۲

سلسلۂ منشورات انجمن

مسودۂ یادداشت

دارالعلوم ندوۃ العلماء

۱۸۹۵ء

زیر اہتمام

انجمن معین الندوہ

تفصیلات کتاب

نام کتاب	:	مسودۂ یادداشت دارالعلوم ندوۃ العلماء ۱۸۹۵ء
مولف	:	مولانا محمد علی مونگیریؒ
کاتب	:	اکرام الحق ندوی
صحت خواں	:	Yethrosh
صفحہ ساز	:	Yethrosh
تعداد صفحات	:	۱۸
سنہ اشاعت	:	فروری ۲۰۲۵ء
ناشر	:	انجمن معین الندوہ

انجمن گوید......

انیسویں صدی امت مسلمہ کے علمی جمود، فکری پسماندگی اور عملی انتشار کی صدی تھی۔ سیاسی انحطاط روز افزوں تھا اور تعلیمی زوال کی کوئی انتہا نہ تھی۔ حالات کی سنگینی نے بہت سے دماغوں کو بے قرار اور دلوں کو مضطرب کر رکھا تھا۔ سنگینی کا احساس بڑھا تو اس کے سوا کوئی چارہ نظر نہیں آیا کہ ان آشفتہ دماغوں اور بے قرار دلوں کو یکجا کر کے ایک انجمن کی بنیاد رکھی جائے جو ان حالات کے تدارک کی کوشش کرے۔ بالآخر امت مسلمہ کے یہ دل و دماغ اکٹھا ہوئے اور تحریک ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۱۵ء کی روداد میں مرقوم ہے:

> ''اب دو ہی صورتیں تھیں، یعنی یا تو مسلمانوں کو انگریزی تعلیم سے قطعاً روک دیا جائے یا مذہبی طریقہ تعلیم کی اصلاح کی جائے۔ اول الذکر صورت ناممکن تھی، کیونکہ جو کوششیں مقتضیات زمانہ کے خلاف کی جاتی ہیں، وہ ہمیشہ بے سود بلکہ ناکامیاب ثابت ہوتی ہیں؛ اس لیے دوسری صورت پر عمل کرنا پڑا۔ چنانچہ چند روشن خیال اور زمانہ شناس علما کی طرف سے اصلاح طریقہ تعلیم کی آواز بلند ہوئی۔ اس تحریک نے آخر کار ایک مستقل حیثیت اختیار کر لی، جو 'مجلس ندوۃ العلماء' کی صورت میں ظاہر ہوئی۔'' (روداد جلسہ چہاردہم ندوۃ العلماء، صفحہ۴)

تحریک کے منجملہ مقاصد میں ایک یہ تھا کہ مسلمانوں میں ایسی جماعت تیار کی جائے جو دینی علوم میں کمال رکھتی ہو اور ساتھ ہی عصری تقاضوں کے حقیقی شعور سے بہرہ ور ہو، جو قیادت و رہنمائی کی صلاحیت رکھتی ہو اور ملت کے فکری و سماجی مسائل کا موثر حل بھی پیش کر سکے۔ ۱۸۹۵ء کی روداد میں انجمن ندوۃ العلماء کے اس غایت اولیٰ پر تفصیل سے کلام کیا گیا ہے، جس کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> ''اس مجلس کا مقصد اصلی ترقی تعلیم اہل اسلام ہے اور باقی امور اس کے توابع ہیں۔ جس نے دنیا کے حالات و گذشتہ واقعات پر نظر ڈالی ہے، اس کو اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ ایک وقت تھا کہ اہل اسلام ہی علوم و فنون و تہذیب و شائستگی کے مخزن و سرچشمہ سمجھے جاتے تھے اور مسلمان ہی مرجع عالم اور اہل کمال تصور کیے جاتے تھے۔ اب کچھ دنوں سے زمانے نے پلٹا کھایا اور معاملہ برعکس ہو گیا ہے اور ہوتا جاتا ہے................ ان سب کی اصلاح ترقی تعلیم سے ہو سکتی ہے۔ یہ کام اس قدر وسیع اور اتنا عظیم الشان ہے کہ تمام قوم کی توجہ کی ضرورت ہے۔'' (روداد جلسہ دوم ندوۃ العلماء، صفحہ۵-۶)

چنانچہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی تاسیس اسی مقصد کا عملی اظہار تھا۔ دارالعلوم کی بنیاد اس تصور پر رکھی گئی کہ علمائے امت محض درس و تدریس کے شعبوں تک محدود نہ رہیں بلکہ دعوتی، فکری، سماجی اور علمی محاذوں پر سرگرم ہو کر

ملت کی ہمہ جہت رہنمائی کا فریضہ انجام دیں۔ اس تصور کے پیش نظر ایک نصابِ تعلیم بھی مرتب کیا گیا جو دین و دنیا کی ہم آہنگی، توازن واعتدال، جامعیت وہمہ گیری اور علمی وسعت وعملی بصیرت کا حسین مرقع نظر آتا ہے۔

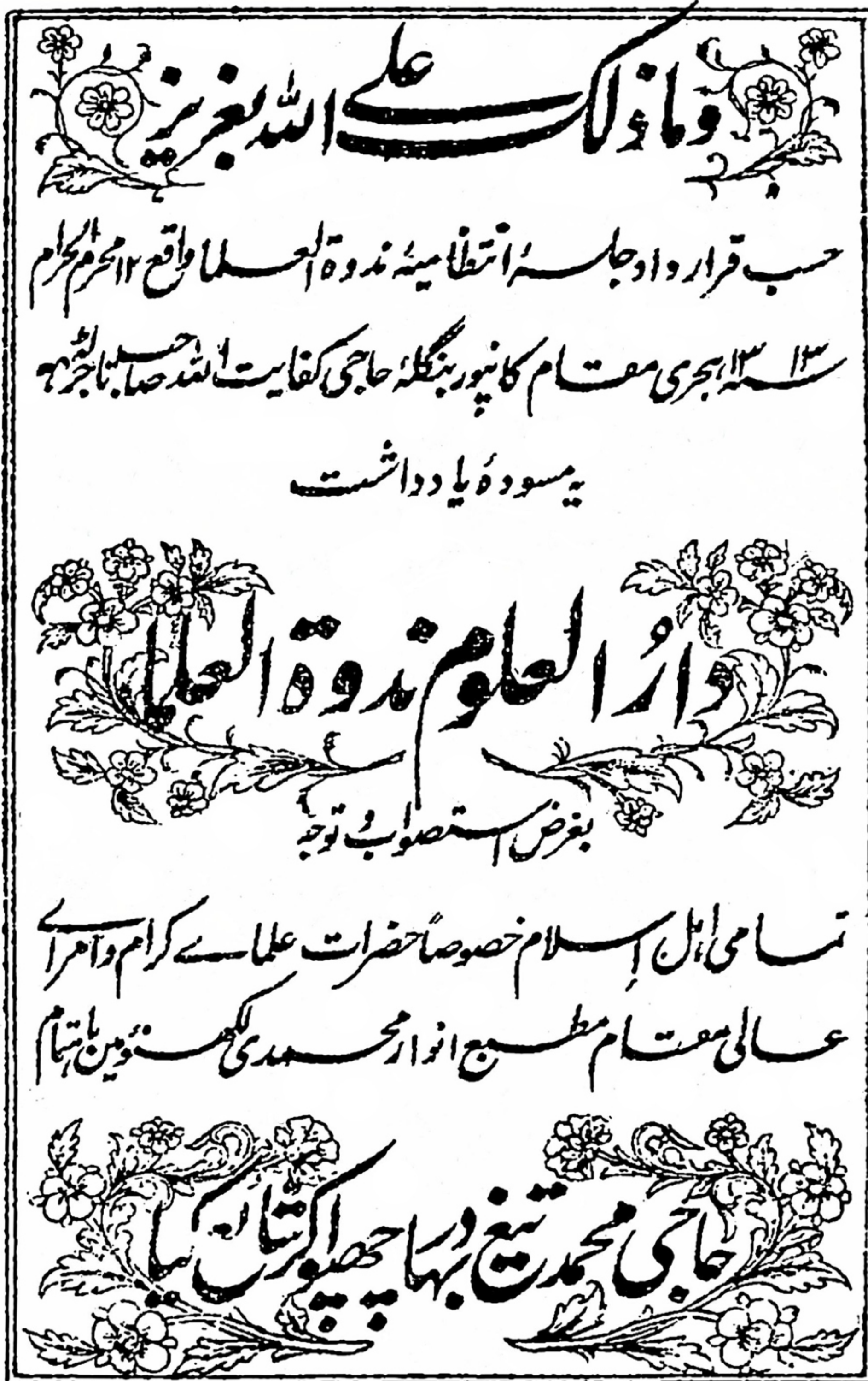
زیرِ نظر مسودۂ تجاویز انھی تصورات ونظریات کا نقش مجسم ہے، جس میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی تاسیس کے بنیادی مقاصد اور اس کے تعلیمی وتربیتی اصولوں کے حقیقی خال وخط کو ابھارا گیا ہے۔ یہ تجاویز بانیانِ ندوہ کے تخیل، تفکر، تدبر اور تعقل کی گواہ اور ان کی دانائی، روشن ضمیری اور بصیرت مندی کا اظہار ہے۔ ان تجاویز کو دیکھنے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ علما کی ایسی جماعت کی تیاری بانیان ندوہ کا مطمح نظر تھا جو علم وعمل کی پیکر ہو، الحاد ودہریت کا علمی وعقلی محاکمہ کر سکے، اسلامی فکر وتہذیب کی علمبردار ہو اور ملت کی علمی وفکری رہنمائی میں مؤثر کردار ادا کرے۔

اس تاریخی دستاویز کی از سرِ نو اشاعت محض ایک قدیم دستاویز کی رونمائی نہیں ہے، بلکہ فضلائے ندوہ کی نئی نسل کو یہ باور کرانا مقصود ہے کہ ان کے اجداد فکر وشعور کی کن بلندیوں پر تھے اور کس قسم کا دارالعلوم ان کے تخیل میں آباد تھا۔ کیا یہ ان کے اعجازِ تخیل کا کرشمہ نہیں کہ فضلائے ندوہ کی بڑی تعداد نے جریدۂ عالم پر علم وفضل اور فکر وشعور کے وہ نقوش ثبت کیے جو مدتوں اہل علم وعرفان کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔ مزید برآں، آج جب ملت کو علم و قیادت، فکر وعمل اور اتحاد وبیداری کی از حد ضرورت ہے، یہ دستاویز ماضی کی فکری بنیادوں پر حال کی تعمیر اور مستقبل کی روشنی کا پیغام بھی دیتی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ یہ دستاویز ندوہ کے طلبہ، فضلا اور محققین کو تحریک ندوۃ العلماء اور اس کے دارالعلوم کے حقیقی مقصد تاسیس کا شعور بخشے گی جو بالعموم نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے۔

کارپردازان انجمن معین الندوہ

ستائیس فروری دو ہزار پچیس عیسوی



وما ذلک علی اللہ بعزیز

حسب قرار داد جلسہ انتظامیہ ندوۃ العلما واقع ۱۲ محرم الحرام
سنہ ۱۳۱۳ ہجری مقام کانپور بنگلہ حاجی کفایت اللہ صاحب تاجر
یہ مسودۂ یادداشت

دار العلوم ندوۃ العلما

بغرض استصواب و توجہ

تمامی اہل اسلام خصوصاً حضرات علمائے کرام و امرائے
عالی مقام مطبع انوار محمدی لکھنؤ مین باہتمام

حاجی محمد تیغ بہادر چھپوا کر شائع کیا

(مسودۂ یادداشت دارالعلوم کے سرورق کا عکس)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ندوۃ العلما کے دونوں اجلاسوں میں کثرت سے علما اور فضلا جمع ہوئے اور مسلمانوں کی مذہبی اور علمی حالت کے متعلق مفید اور پر اثر تقریریں کیں۔ آپس کی صحبتوں میں اکثر یہی چرچے رہے۔ اجلاس کے بعد خط کتابت کا سلسلہ رہا اور اب بھی ہے۔ ان تمام موقعوں پر علما نے جو خیالات ظاہر کیے اس کا قدر مشترک یہ تھا کہ بے شبہ مسلمانوں کی مذہبی اور علمی حالت تنزل کے درجے میں ہے اور اگر جدوجہد، سعی و کوشش جان و مال سے اس معاملے میں ہمت مصروف نہ ہوگی تو نعوذ باللہ یہ روز افزوں تنزل رکتا نظر نہیں آتا۔ اس بنا پر ضرور ہوا کہ نہایت غور وفکر سے اس ضرر سے بچنے کی تدبیریں تجویز کی جائیں اور ان کے عمل میں لانے کی کوشش کی جائے۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم کوئی سلسلۂ تجاویز پیش کریں، پہلے اجمال اور اختصار کے ساتھ ہم کو ظاہر کرنا چاہیے کہ اسلام اور اسلامی علوم کی عظمت اور اثر قائم رکھنے کے لیے کیا امور درکار ہیں۔ لہذا ہم ان کو بدفعات ذیل بیان کرتے ہیں:

(۱) سب سے مقدم یہ ہے کہ قوم میں ایسے علما کی ایک جماعت موجود ہو جو علوم مذہبی میں نہایت اعلیٰ درجے کا کمال رکھتے ہوں خصوصاً علم کلام میں، تاکہ غیر مذہب والوں کے مقابلے میں اسلام کی حقیّت اور عمدگی ثابت کرسکیں؛ اور علم فقہ میں تاکہ عبادات اور معاملات کے متعلق ان کے فتاویٰ مستند اور واجب العمل ہوں۔

(۲) ضرور ہے کہ قوم میں ایسے علما کی بھی ایک جماعت موجود ہو جو اور علوم وفنون مثلاً نحو و صرف، ادب و انشا، منطق و فلسفہ وغیرہ کے ماہر اور استاد ہوں، کیونکہ ان علوم سے علاوہ اِس کے کہ علوم مذہبی کو مدد پہنچتی ہے، اسلام کی علمی عظمت و شان پر اثر پڑتا ہے۔ دوسری قوموں کے سامنے جب اسلام کی علمی عظمت کا تذکرہ آتا ہے تو ہمیشہ خواہ مخواہ خلیل، سیبویہ، عبدالقادر جرجانی، سکاکی، فارابی، ابن سینا کا نام لینا پڑتا ہے؛ حالانکہ یہ لوگ خاص مذہبی علوم میں کچھ کمال نہیں رکھتے تھے۔

(۳) ایک جماعت ایسے علما کی موجود ہو جو دور و دراز ممالک کا سفر کریں، جن ممالک میں اسلام کی حکومت ہے وہاں کے مسلمانوں سے مل کر تبادلہ خیالات کریں، ترقی اسلام کی تدبیریں سوچیں، وہاں کے مفید تجربوں کو اپنے ملک کے لیے دستور العمل بنائیں۔ جہاں اسلام کی حکومت نہیں ہے وہاں اسلام کے وعظ کہیں،

اسلام کی خوبیاں اور فوائد بیان کر کے لوگوں کو اسلام کی ترغیب دلائیں۔

(۴) چند علما ایسے ہوں جو مسلمانوں کے قدیم عمدہ تصنیفات کی نشر و اشاعت کا کام اپنے ذمے لیں۔ علماے سلف نے مختلف علوم و فنون میں جو کتابیں ایسی لکھی ہیں جن پر علمی حیثیت سے فخر کیا جاسکتا ہے، ان کے نسخے جہاں سے مل سکیں بہم پہنچائے جائیں اور تصحیح و تحشی کے ساتھ مشتہر اور شائع کیے جائیں۔

(۵) چند علما ایسے ہوں جو فن تقریر میں کمال پیدا کریں تاکہ ہر قسم کے مجالس میں ہر قسم کے مضامین پر خواہ دینی ہو خواہ دنیوی، اخلاقی ہوں یا سیاستی، علمی ہوں یا خطابی نہایت پر زور اور پر اثر تقریر کر سکیں، اور خطبہ دینا جو عرب کا پر فخر شعار تھا قوم سے معدوم نہ ہونے پائے۔ اس امر کی بڑی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ بے دینوں کا جو اثر ملک میں زیادہ پھیلتا جاتا ہے اس کا روکنا بغیر اس کے ممکن نہیں کہ علما بھی ہر قسم کے مضامین پر تقریر کر سکیں اور خطبہ دے سکیں۔

(۶) بہت بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ علما دنیا کے حالات اور واقعات سے باخبر ہوں۔ ان کو معلوم ہو کہ جس سلطنت میں وہ بسر کرتے ہیں اس کے اصول سلطنت کیا ہیں، اس کو سلطنت سے کس قسم کا تعلق ہے، مسلمانوں کی دنیوی حالت کیا ہے، ان کو کیا ضرورتیں درپیش ہیں، سلطنت کے انتظامات میں جو تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں اس سے مسلمانوں کی حالت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ ملک میں علما کا اثر جو کم ہوتا جاتا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ خیال عام طور پھیلتا جاتا ہے کہ علما حجروں کے معتکف ہیں اور ان کو دنیا کے حال سے بالکل خبر نہیں؛ اس لیے دنیاوی معاملات میں ان کی ہدایت و ارشاد بالکل ناقابل التفات ہے۔

بے شبہ جو علما دنیا سے بالکل الگ ہو بیٹھے ہیں اور ان کو کثرت عبادت اور ذکر و فکر کی وجہ سے اپنے زن و فرزند کے ضروریات کی طرف بھی توجہ نہیں وہ معذور ہیں اور اصحاب صفہ سے ان کو تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ کل صحابہ اصحاب صفہ نہیں تھے اور نہیں ہو سکتے تھے، بے شبہ اصحاب صفہ کے مشابہ ایک گروہ ہمیشہ قوم میں موجود رہنا چاہیے لیکن اس کے ساتھ نہایت ضرور ہے کہ ایک جماعت کثیر ایسی بھی موجود ہو جو واقفیت و اطلاع، انتظام و تدبیر و حزم و مصلحت اندیشی میں حضرت عمر، عمرو بن العاص، خالد ابن الولید، ابو عبیدۂ امین کے مشابہ ہو۔

(۷) اب ہم کو غور کرنا چاہیے کہ جس قسم کی جماعتوں کا اوپر ذکر ہوا اور جن کے بغیر آج کل اسلام اور اسلامی علوم کی ترقی اور استحکام ممکن نہیں، کن اسباب اور کن وسائل سے پیدا ہو سکتی ہیں۔ بہت بڑی غور اور فکر اور مشورت و استصواب کے بعد جو رائے اس معاملے میں قائم ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ جب تک طالب علموں کو ابتدائی زمانے سے آخر تحصیل تک ایک خاص طرح کی تربیت اور تعلیم نہ دی جائے، اس قسم کی جماعت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس لیے یہ قرار پایا کہ چند خاص اصول پر ایک عظیم الشان اسلامی مدرسہ قائم کیا جائے۔ یہ مدرسہ جن اصول اور جس قسم کی تربیت و انتظام پر قائم ہونا چاہیے وہ دستور العمل کی شکل میں درج ذیل ہیں۔ ان کے ملاحظے سے اس بات کا

اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس قسم کا مدرسہ اگر قائم ہوتو ان تمام ضرورتوں کا متکفل ہوسکتا ہے جو کسی قدر تفصیل کے ساتھ اوپر مذکور ہوئیں۔



دستور العمل
دارالعلوم اسلامیہ

باب اول

مقامِ مدرسہ، مکانِ سکونت طلبہ، طریق معاشرت، خوراک، لباس، ورزش جسمانی، علاج، یہ امر ملحوظ رہے کہ ان تمام امور میں تاامکان مدارس قدیمہ اسلامیہ مثلاً نظامیہ بغداد و مستنصریہ یا حال کے مدارس اسلامیہ کی جو سلطان المعظم اور خدیو مصر کی سلطنت میں ہیں اور سلطنت کی طرف سے قائم کیے گئے ہیں تقلید اختیار کی جائے گی۔

دفعہ۱: یہ مدرسہ کسی ایسے بڑے شہر میں قائم کیا جائے گا جو ممالک مغربی و شمالی میں وسط مقام پر واقع ہو اور جس کو یہ خصوصیت حاصل ہو کہ وہ آج یا کسی زمانے میں اسلامی علوم کی تعلیم کا مرکز رہا ہو۔

دفعہ۲: مکانِ مدرسہ شہر سے باہر ہوگا، اور اس کے لیے ایک وسیع ٹکڑا زمین کا لیا جائے گا جس کی مقدار پانسو بیگھے سے کم نہ ہو۔

دفعہ۳: یہ وسیع ٹکڑا چھوٹی سی پختہ چار دیواری سے محیط کیا جائے گا۔ اور اس کے احاطے میں مفصلۂ ذیل عمارتیں تعمیر کی جائیں گی:

(۱) مکان مدرسہ جس میں آٹھ دس بڑے بڑے وسیع کمرے ہوں گے، یعنی حدیث کی تعلیم کا جدا کمرہ، فقہ کی تعلیم کا جدا کمرہ، وعلی ہذا۔

(۲) طلبہ کے رہنے کے لیے خوش فضا اور موزوں حجرے جن کی تعداد سو سے کم نہ ہوگی۔

(۳) چند علما جو مدرسے میں مدرس ہوں گے ان کی سکونت کے مکانات۔

(۴) ان علما اور صلحا کے مکانات جو طلبہ کے اتالیق اور نگراں اور واعظ ہوں گے۔

(۵) دارالاکل جس میں تمام طلبہ اور علمائے مقیم مدرسہ ایک جا جمع ہو کر کھانا کھائیں گے۔

(۶) دارالمناظرہ جس میں تمام طلبہ مہینے میں دو تین مرتبہ جمع ہو کر علمی اور اخلاقی مضامین پر مناظرہ کریں گے۔

(۷) ایک بہت بڑا وسیع کمرہ جس میں سالانہ امتحان اور تقسیم انعام کی مجلس ہوگی۔

(۸) شفاخانہ جس میں ایک طبیب یونانی موجود ہوگا اور ہر قسم کی دوائیں مہیا رہیں گی۔

(۹) کتب خانہ

(۱۰) مسجد

دفعہ۴: ہر طالب العلم کے لیے جدا کمرہ ہوگا اور بجز کسی خاص حالت کے دو طالب العلم ایک حجرے میں نہ رہیں گے۔ دفعۂ مذکورہ بالا عمارتوں میں سے بجز مسجد کے، ہر عمارت پر اُس بزرگ اور فیاض شخص کا نام کندہ ہوگا جس کے زرعطیہ سے وہ عمارت تعمیر ہوگی۔ ہم کو قوی امید ہے کہ ہمارے ملک کے فیاض اور دین دار امرا اس قسم کی اسلامی عمارتوں کا اپنے نام سے موسوم ہونا ضرور پسند فرمائیں گے اور اس کے لیے چندہ عطا کریں گے۔

دفعہ۵: ہر طالب العلم کے حجرے میں چٹائی کا فرش، اس پر دری یا رنگین جاجم، پلنگ اور ایک چھوٹی سی الماری ہوگی۔

دفعہ۶: طالب العلموں کو تاکید ہوگی کہ وہ اپنے حجروں کو صفائی اور خوش سلیقگی سے مرتب رکھیں۔

دفعہ۷: صبح سے شام تک کے جو اشغال ہیں مثلاً سو کر اٹھنا، نماز پڑھنا، مطالعہ کرنا، مدرسے میں جانا، کھانا کھانا، سیر کرنا سب کے لیے اوقات متعین ہوں گے اور تمام طالب علموں کو انھیں معین اوقات میں ان اشغال کو کرنا ہوگا۔

دفعہ۸: تمام طالب علموں کا ایک لباس ہوگا اور وہ خاص عرب کا لباس ہوگا۔

دفعہ۹: تمام طلبہ عرب کے طریقے پر کھانا کھائیں گے۔

دفعہ۱۰: نماز عصر کے بعد طلبہ مدرسے کے احاطے میں کسی قسم کی جسمانی ورزش مثلاً گھوڑے پر چڑھنا، بندوق لگانا، تیرنا وغیرہ سیکھیں گے۔

دفعہ۱۱: قسم اول کے طلبہ میں سے جب کوئی طالب العلم بیمار ہوگا تو مدرسے کے شفاخانے میں اس کا علاج ہوگا۔



داخلہ

دفعہ۱: جو طالب العلم مدرسے میں داخل ہونا چاہے گا، اُس سے مراتب ذیل دریافت کیے جائیں گے:

- نام اور پورا پتا
- سن وسال
- کس جماعت میں داخل ہونا چاہتا ہے
- کس قدر تحصیل کر چکا ہے

ناظم یعنی مہتمم مدرسہ ان تمام مراتب کو ایک کتاب میں جو اسی غرض سے تیار رہیں گی درج کرلے گا۔

دفعہ۲: ناظم اس طالب العلم کو مع ایک نقشہ مشتمل بر اطلاعات مذکورۂ بالا اس جماعت کے مدرس کے پاس جس میں وہ داخل ہونا چاہتا ہے بھیج دے گا، مدرس اس کا امتحان لے گا اور اگر وہ اس جماعت میں پڑھنے کے قابل ثابت ہوگا تو اس جماعت کے رجسٹر میں اس کا نام لکھ لیا جائے گا۔

دفعہ۳: دولت مند طلبہ سے داخلے کے وقت چندۂ داخلہ لیا جائے گا جس کی تعداد ایک روپیہ سے ۵ روپیہ تک ہوگی۔

دفعہ۴: مدرسے میں اہل خیر کی فیاضی سے ایک سرمایہ مہیا رہے گا جس سے غریب طالب علموں کی خوراک، پوشاک، سکونت وغیرہ کا انتظام کیا جائے گا۔

دفعہ۵: غریب طالب العلم اسی تعداد تک مدرسے میں لیے جائیں گے جن کے لیے مدرسہ کھانے، پینے، رہنے اور دیگر ضروریات کا انتظام کرسکتا ہے۔

دفعہ۶: کسی طالب العلم کو جو مدرسے میں سکونت رکھتا ہو، کسی حال میں اس کی اجازت نہ ہوگی کہ جا گیر کرے یا خیراتی طور پر کسی بیرونی شخص کے یہاں اپنا کھانا مقرر کرائے۔

دفعہ۷: دولت مند اور غریب طلبہ جو مدرسے میں سکونت رکھتے ہوں، ان کی خوراک، لباس وغیرہ میں کسی قسم کا فرق نہیں ہوگا۔ صرف یہ بات ہوگی کہ دولت مند طلبہ تمام مصارف اپنے پاس سے ادا کریں گے اور غریبوں کے لیے ان تمام مصارف کا انتظام مدرسے کی طرف سے ہوگا۔

دفعہ۸: جو طلبہ مدرسے میں داخل ہونا چاہیں گے ان کے لیے قید ہوگی کہ ایک خاص مقدار سے ان کی عمر زیادہ نہ ہو۔

تعلیم

دفعہ۱: تین قسم کے طلبہ ہوں گے:

(۱) جو تمام علوم عربیہ مروجہ و مجوزہ میں تکمیل چاہیں گے۔

(۲) جو صرف کسی خاص فن کی تحصیل کرنی چاہیں گے۔

(3) جو قدر مناسب کو حاصل کر کے دوسرا قصد رکھتے ہوں گے۔

دفعہ۲: ہر طالب العلم کو اختیار ہوگا کہ اپنے تئیں جس قسم میں چاہے داخل کرے اور اس کے موافق تحصیل علم میں مشغول ہو۔

دفعہ۳: علوم درسیہ کے مدرس تا امکان الگ الگ ہوں گے یعنی نحو و صرف کا الگ مدرس ہوگا، اسی طرح فقہ، اصول فقہ، منطق، حکمت، ادب، بلاغت، حدیث، تفسیر کے جدا جدا مدرس ہوں گے تا کہ ہر مدرس اپنے خاص فن میں زیادہ اہتمام اور توجہ کے ساتھ مصروف ہو سکے۔

دفعہ۴: تعلیم دو طریقے پر ہوگی:

(۱) طریقہ مروجہ کے موافق

(۲) طریقہ قدیمی یعنی اسلام کے طور پر، جس کا یہ طریقہ ہوگا کہ استاد ایک بلند مقام پر بیٹھ کر زبانی اس مسئلے پر نہایت واضح اور مدلل تقریر کرے گا جو اس روز کا سبق ہوگا۔ یہ طریقہ حدیث و ادب وغیرہ میں مدتوں تک جاری تھا۔ ابونصر فارابی نے ارسطو کی منطق جو اپنے استاد متی بن یونس سے پڑھی تھی اسی طریقے کے موافق پڑھی تھی۔ اس سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ طالب علموں کا وقت کتاب کے لفظی مباحث میں ضائع نہیں ہوتا اور استاد اپنی وسعت نظر اور معلومات اور ملکہ تقریر بڑھانے پر مجبور ہوتا ہے۔

دفعہ۵: ہر فن کے مدرس وہی علما مقرر ہوں گے جو اس فن میں نہایت اعلیٰ درجے کا کمال رکھتے ہوں اور اس باب

میں ان کی شہرت عام ہوچکی ہو۔

دفعہ۶: تینوں قسم کے طلبہ کے لیے نصاب درس جدا جدا ہوگا، جو بعد اتفاق اور مشورت علمائے کرام کے مقرر کیا جائے گا اور آئندہ شائع ہوگا۔لیکن اس کے عام اصول یہ ہوں گے:

(۱) درجہ اعلیٰ کے لیے تین قسم کی کتابیں ہر علم میں ہوں گی:

- ایک وہ جس میں صاف صاف نفس مسائل مذکور ہوں۔
- دوسرے وہ جس میں مسائل کے ساتھ ان کے دلائل بھی نہایت صفائی سے بیان ہوئے ہوں۔
- تیسرے وہ جن کی عبارت مغلق اور پیچیدہ ہو، تاکہ طالب علم کو وہ فن بھی آجائے اور دقت نظر اور عبارت مشکلہ سمجھنے کی بھی لیاقت ہو۔

(۲) سب سے مقدم اصول یہ ہوگا کہ قرآن مجید کے ساتھ زیادہ اعتنا ہوگی۔تفسیروں کے علاوہ وہ کتابیں درس میں داخل ہوں گی جن میں خاص طور پر علوم قرآن مجید سے بحث ہے اور بالخصوص وہ جس سے قرآن مجید کا اعجاز ثابت ہوتا ہے جیسے اعجاز القرآن باقلانی وغیرہ۔

(۳) ادنی درجے میں خاص دینیات اور ادب کا زیادہ لحاظ ہوگا۔

(۴) فن ادب کے ساتھ بھی نہایت اعتنا ہوگی۔شعرائے جاہلیت کے متعدد دیوان درس میں داخل ہوں گے تاکہ قرآن مجید کے طرز بیان سے عمدہ طور سے واقفیت ہو۔

(۵) اسلام کی تاریخ اور اسلامی بلاد وممالک کا جغرافیہ درس میں داخل ہوگا۔مصر وشام میں جغرافیے کی کتابیں مع نقشوں کے عربی زبان میں موجود ہیں، وہی کتابیں درس میں داخل ہوں گی۔

(۶) منطق وفلسفہ میں جو نہایت کثرت سے کتابیں درس میں داخل ہوگئی ہیں جو ملا نظام الدین صاحب کے زمانے میں موجود بھی نہ تھیں، وہ گھٹا کر بجائے ان کے علوم دینیہ کی کتابیں داخل کی جائیں۔

(۷) علم کلام کی طرف زیادہ توجہ کی جائے اور تہافۃ الفلاسفہ وشرح مقاصد وغیرہما درساً یا مطالعۃً داخل نصاب کی جائیں۔

(۸) وقتاً فوقتاً مصر کے مدارس خصوصاً جامعہ ازہر اور دارالعلوم کا نصاب منگوایا جایا کرے گا، اور جہاں تک مناسب معلوم ہوگا اس کے نمونے پر نصاب تعلیم درست کیا جائے گا۔

دفعہ۷: تمام مستعد طلبہ مہینے میں دوبار دارالمناظرہ میں جمع ہوکر کسی علمی مضمون پر مباحثہ کریں گے۔مضمون ایک

ہفتہ پہلے سے معین کردیا جائے گا، اور مناظرے کے وقت ایک مدرس موجود ہوگا تا کہ طلبہ کو قواعد مناظرہ کا پابند رکھے اور جہاں ان کی تقریر اصول مناظرہ کے خلاف ہو ان کو روک دے اور بتائے کہ تم کو اس طرح تقریر کرنی چاہیے۔ اس بات کی نہایت تاکید رہے گی کہ مناظرے کے وقت کسی کی تقریر میں درشتی اور خشونت نہ پیدا ہونے پائے اور کسی کے چہرے پر کسی طرح غصہ یا تکدر کا اثر نہ ہو۔

دفعہ ۸: تمام مستعد طلبہ کو ضرور ہوگا کہ مہینے میں ایک دفعہ زبان عربی میں مناظرہ کریں یعنی مسئلہ معینہ پر جس قدر جو تقریریں کی جائیں زبان عربی میں کی جائیں تا کہ عربی زبان میں گفتگو اور بات چیت کرنے کی مشق پیدا ہو۔ آج کل کے طلبہ بلکہ اکثر علما کا یہ حال ہے کہ کوئی عرب آجائے تو اس سے دس پانچ منٹ تک محاورۂ عربی میں بات چیت نہیں کر سکتے۔

دفعہ ۹: دارالمناظرہ کی عمارت میں ہمیشہ مصر و شام کے عربی اخبارات منگوائے جائیں گے اور تمام مستعد طلبہ کو تاکید ہوگی کہ ہر روز وقت معین پر ان اخبارات کو مطالعہ کریں تا کہ عربی حال کے محاورات پر اطلاع ہو اور ممالک اسلامی اور دیگر ممالک کے تازہ حالات اور واقعات سے واقفیت ہو۔ آج کل کے عربی خواں طلبہ جب کبھی کسی ملک کے متعلق کسی قسم کی واقفیت کا اظہار کرتے ہیں تو لوگوں کو ان کی غلط اور عامیانہ معلومات پر تعجب ہوتا ہے۔

دفعہ ۱۰: طلبہ کو علاوہ وعظ اور مناظرے کے خطبہ دینا سکھلایا جائے گا یعنی کسی علمی یا سیاسی یا تاریخی مضمون پر کھڑے ہو کر گھنٹے دو گھنٹے تک تقریر کرنا۔ یہ طریقہ مدتوں تک عرب میں جاری رہا اور اس میں یہ ملکہ بہم پہنچایا گیا تھا کہ ایک ایک خطیب اور مقرر فقط اپنے زور کلام سے ہزاروں آدمیوں کو جس ارادے سے چاہتا تھا روک دیتا تھا اور جدھر چاہتا تھا جھونک دیتا تھا۔

دفعہ ۱۱: تمام طلبہ کو انشا پردازی کی مشق کرائی جائے گی اور عمدہ عبارت لکھنے پر انعامات مقرر کیے جائیں گے۔



وظائف

دفعہ۱: وظائف متعدد قسم کے ہوں گے:

(۱) غریب طالب علموں کے لیے تاکہ مدرسے میں ان کی خورد ونوش کا انتظام ہو سکے۔

(۲) جن غریب طالب علموں کے لیے مدرسہ خورد ونوش کا خود انتظام کرے گا ان کے جیب خرچ کے لیے مختصر وظیفہ مقرر کیا جائے گا جس کی تعداد کسی حالت میں دو روپیہ سے زیادہ نہ ہوگی۔ مدرسہ مستنصریہ جو بغداد میں قائم ہوا تھا اس میں طلبہ کو علاوہ خوراک، لباس، مکان، اسباب ضروری کے پانچ پانچ روپے جیب خرچ کے لیے مقرر تھے۔

(۳) وظیفہ لیاقت: یہ وظیفہ ان طلبہ کے لیے مخصوص ہوگا جو اپنے درجے میں سب سے اول یا دوم ہوں، ان مدارج کا فیصلہ سالانہ امتحانات کے نتائج سے کیا جائے گا۔ یہ وظیفہ ان طلبہ کو بھی مل سکے گا جو اگرچہ امتحانات میں اول ودوم نہ ہوں لیکن علوم درسیہ میں سے کسی خاص علم میں ان کی لیاقت نہایت بڑھی ہوئی ہو اور علانیہ ممتاز ہو۔

دفعہ۲: جو فیاض لوگ کسی قسم کا وظیفہ کسی مدت تک کے لیے مقرر کریں گے وہ وظائف ان کے نام سے موسوم ہوں گے۔



امتحانات

امتحان کے طریقے پر نہایت غور اور کامل توجہ ہوگی۔ آج کل علمی لیاقت کا معیار جو روز بروز گھٹتا جاتا ہے زیادہ تر یہی وجہ ہے کہ امتحانات نہایت آسانی اور رعایت کے ساتھ لیے جاتے ہیں، اور آخر انھیں رعایتی امتحانوں پر دستارِ فضیلت بندھوادی جاتی ہے۔ امتحانات کے مفصل قواعد آئندہ یعنی دارالعلوم کے قائم ہوجانے پر مرتب کیے جائیں گے۔ چند قواعد ضروری کا ذکر اس مقام پر کیا جاتا ہے۔

دفعہ ۱: تمام سالانہ امتحانات خود دارالعلوم کے کے مدرسین لیں گے، لیکن ہر ممتحن سے ایک تحریر لکھوائی جائے گی جس میں یہ عبارت ہوگی کہ میں بقسم اقرار کرتا ہوں کہ امتحان میں کسی قسم کی رعایت ملحوظ نہیں رکھوں گا۔ اس قسم کا اقرار لینا علما کے لیے کوئی کسرِ شان کی بات نہیں ہے، صحابہ بعض اوقات رُوات صحابہ سے قسم لیتے تھے تب ان کی روایت اور حدیث کا اعتبار کرتے تھے۔

دفعہ ۲: ہر درجے کے سوالات کے نمونے تیار کر کے چھپوائے جائیں گے اور امتحانات کے وقت ممتحن کو دے دیے جایا کریں گے کہ ان کی موافق سوالات کے پرچے تیار کریں۔

دفعہ ۳: امتحان کے وقت سخت نگرانی کی جائے گی کہ کوئی طالب العلم کسی شخص سے کسی قسم کی مدد نہ لے سکے۔

دفعہ ۴: امتحانات فضیلت کے ممتحن حتی الامکان وہ علما کیے جائیں گے جو دارالعلوم میں مدرس نہیں ہیں۔

دفعہ ۵: ہر فن کے ممتحن الگ الگ ہوں گے اور صرف وہی لوگ ہوں گے جو اس فن میں کمال رکھتے ہوں اور ان کے کمال کو شہرت عام حاصل ہو۔

دفعہ ۶: امتحانات فضیلت میں طالب علموں کو یہ اجازت نہ ہوگی کہ پرچے پر اپنا نام لکھیں، بلکہ صرف نمبر لکھیں گے اور ممتحن انھیں نمبروں کے پتے سے نتائج امتحانات کے پرچے بھیجیں گے۔

دفعہ ۷: ممتحن کے بنائے ہوئے پرچے ناظم مدرسہ کے پاس سربمہر آئیں گے اور اسی طرح رکھے رہیں گے۔ عین امتحان کے وقت ان کی مہر توڑی جائے گی اور امیدواروں کو حوالے کیے جائیں گے۔

دفعہ ۸: ممتحن کو مقدار مناسب کے ساتھ نقدی معاوضہ دیا جائے گا تاکہ امتحان کو وہ بیگار کا کام نہ خیال کریں لیکن حدیث، تفسیر، فقہ کے ممتحن اگر معاوضہ لینے سے انکار کریں تو احسان مندی کے ساتھ ان کا انکار قبول کیا جائے گا۔

دفعہ ۹: امتحانات فضیلت کے پرچے طالب العلموں کو عربی زبان میں لکھنے ہوں گے۔

دفعہ ۱۰: امتحانات فضیلت میں تحریری امتحان کے لیے تقریری امتحان بھی لیا جائے گا اور اس کے نمبر کم سے کم سو ہوں گے۔

دفعہ ۱۱: امتحان فضیلت میں قوت مطالعہ کا بھی امتحان لیا جائے گا، یعنی ممتحن کسی کتاب کی عبارت جو طالب العلم نے پڑھی نہیں ہے طالب العلم کے سامنے پیش کرے گا کہ وہیں مطالعہ کر کے اس کا مطلب بیان کرے۔

دفعہ ۱۲: امتحانات فضیلت کے ختم ہونے کے بعد جب دستار فضیلت بندھوائی جائے گی تو اس مجمع میں طالب العلم کو کسی مسئلے پر جس کو علماے حاضرین مجلس متعین کر دیں گے زبانی تقریر کرنی ہوگی۔ ان تمام قواعد کا حاصل یہ ہے کہ سند فضیلت انھیں لوگوں کو دی جائے جو درحقیقت اس کے مستحق ہیں اور دستار فضیلت کی بے قدری نہ کی جائے۔

دفعہ ۱۳: جو طلبہ کسی ایک خاص فن میں مثلاً فقہ، حدیث، تفسیر، فلسفے میں فضیلت کا امتحان دینا چاہیں گے ان کو ایسے امتحان دینے کے اجازت ہوگی اور امتحان فضیلت کے تمام قواعد ان سے بھی متعلق ہوں گے۔ ان کی سند میں اس بات تصریح کی جائے گی کہ فلاں خاص فن میں امتحان دیا ہے۔



امتحان تکمیل

یہ ایک نہایت اعلیٰ درجے کا امتحان ہوگا اور درحقیقت علوم کی ترقی اور بقا کا سب سے بڑا ذریعہ وہی ہوگا۔

دفعہ۱: یہ امتحان کسی ایک علم میں منجملہ علوم درسیہ کے ہوگا۔

دفعہ۲: اس امتحان کی تیاری کی مدت دو برس ہوگی۔

دفعہ۳: جو شخص یہ امتحان دینا چاہے گا اس کو ناظم مدرسہ کی خدمت میں ایک درخواست پیش کرنی ہوگی جس میں مراتب ذیل ہوں گے:

(۱) نام اور پتا

(۲) یہ امر کہ وہ امتحان فضیلت میں کامیاب ہو چکا ہے خواہ دارالعلوم یا کسی اور مدرسے میں۔

(۳) تصریح اس امر کی کہ فلاں خاص علم میں امتحان دینا چاہتا ہے۔

(۴) یہ اقرار کہ وہ بغیر کسی عذر شدید کے امتحان کی شرکت سے باز نہ رہے گا۔

دفعہ۴: ناظم درخواست کے مراتب تصدیق کر کے اس کو اس مدرس کی خدمت میں پیش کرے گا جو اسی علم کا درس دیتا ہے جس میں امیدوار کو امتحان دینا منظور ہے۔ مدرس اس کا سرسری امتحان لے کر اس بات کا فیصلہ کرے گا کہ وہ امتحان دینے کی لیاقت رکھتا ہے یا نہیں۔

دفعہ۵: اگر مدرس کے نزدیک اس کی قابلیت ثابت ہوگی تو اس کو امتحان دینے کی اجازت دی جائے گی اور اس تاریخ سے اس کا وظیفہ تیاری امتحان مقرر کیا جائے گا جس کی تعداد دس روپے ماہانہ ہوگی۔

دفعہ۶: یہ امتحان علوم ذیل میں ہوگا: تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، ادب، کلام، فلسفہ، منطق، ریاضی۔

دفعہ۷: امتحان کے چار پرچے ہوں گے اور ہر پرچے کا نمبر سو سے کم نہ ہوگا۔

دفعہ۸: اس امتحان کے ممتحن صرف وہ علما مقرر ہوں گے جو اس خاص علم میں نہایت اعلیٰ درجے کا کمال رکھتے ہوں

جس میں امیدوار کو امتحان دینا منظور ہے۔

دفعہ۹: کوشش کی جائے گی کہ کسی پرچے کا ممتحن مصر کے مشہور علما میں سے کوئی عالم مقرر کیا جائے اور پرچہ سوالات اس سے تیار کرائے جائیں اور جوابات کے پرچے بھی نمبروں کے لیے اس کے پاس بھیجے جائیں۔ ہم کو خاص وسائل سے معلوم ہوا ہے کہ یہ امر چنداں دشوار نہیں ہے اور اس میں کامیابی کی قوی امید ہے۔

دفعہ۱۰: امتحانات تحریری کے سوا تقریری امتحان بھی ہوگا۔

دفعہ۱۱: سوالات کسی خاص کتاب پر محدود نہ ہوں گے، نہ یہ بتایا جائے گا کہ فلاں فلاں کتابوں میں امتحان لیا جائے گا۔

دفعہ۱۲: سوالات اصل فن سے متعلق ہوں گے اور ان سے اس بات کا اندازہ ہو سکے گا کہ طالب العلم کو اصل فن میں کس درجے کا کمال حاصل ہے۔

دفعہ۱۳: سوالات کی حیثیت مقلدانہ نہیں بلکہ مجتہدانہ ہوگی۔

دفعہ۱۴: امتحان کے ختم ہو جانے کے بعد سوالات کے پرچے چھاپ کر شائع اور مشتہر کیے جائیں گے تاکہ لوگوں کو سوالات کی حیثیت پر رائے قائم کرنے کا موقع ملے۔

دفعہ۱۵: ادب کے تقریری امتحان میں یہ امر ضروری ہوگا کہ طالب العلم عربی زبان میں جواب دے اور کسی مضمون پر جس کو ممتحن مقرر کرے گا عربی زبان میں برجستہ تقریر کرے۔

دفعہ۱۶: فقہ کے پرچہ ہائے سوال میں مشکل استفتا بھی دیے جائیں گے اور ان کے جواب لکھوائے جائیں گے۔ اسی طرح ہر علم کے مناسب خاص طرح کے سوالات ہوں گے۔

دفعہ۱۷: جو شخص اِس امتحان میں کامیاب ہوگا، اس کو فقیہ یا محدث یا مفسر یا متکلم کا خطاب دیا جائے گا اور سند میں اس کی تصریح کی جائے گی۔ نیز ایک عبا دی جائے گی جس کی قیمت اقل مرتبہ 30 روپے ہوگی اور اس پر ریشمی حرفوں سے فقیہ یا محدث وغیرہ کا لفظ لکھا ہوا ہوگا۔ مصر کے جامعہ ازہر میں بھی عبائیں دی جاتی ہیں اور کوشش کی جائے گی کہ وہیں سے عبائیں منگائی جائیں۔ اس امتحان سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ لوگوں کو علوم میں کمال حاصل کرنے کی نہایت قوی ترغیب ہوگی۔ اور چونکہ ایسے کامیاب شدہ طلبہ کا نام عام طور سے شہرت حاصل کرے گا، اس لیے ان کو معاش کے وسائل بھی آسانی سے حاصل ہوں گے اور جہاں کہیں کسی مدرس یا واعظ کی تلاش ہوگی تو وہ دوسروں سے مرجح سمجھے جائیں گے۔

منشاے تجاویز مذکورۂ بالا

ہاں تجاویز سے چند مقصدوں کا حاصل کرنا مقصود ہے۔

(۱) سب سے مقدم یہ ہے کہ علوم کی تعلیم اعلیٰ درجے پر ہو اور لوگوں کو تکمیل فن کی طرف رہبری ہو۔ اس مقصد کے لیے نہایت باکمال علما کا مدرس ہونا، نصاب تعلیم میں قدما کی کتابوں کا داخل کیا جانا اور دوسری قسم کی ترمیم واصلاح ہونے، امتحانات کے قواعد کا مستحکم اور سخت ہونا قرار دیا گیا ہے اور امتحان تکمیل تو خاص اسی غرض کے پورا کرنے کے لیے تجویز کیا گیا ہے۔

(۲) دوسرا مقصد طالب علموں میں دلیری وعالی نظری وفراخ حوصلگی پیدا کرنا ہے جو بغیر اس قسم کے دارالعلوم کے جس میں تمام باتیں نہایت شان وشوکت کے ساتھ ہوں حاصل نہیں ہوسکتی۔

(۳) تیسرا بڑا مقصد یہ ہے کہ جاگیر کرنے اور بے توقیری کے ساتھ روٹی کھانے سے اکثر طلبہ میں جو پست ہمتی اور دنائت پیدا ہوجاتی ہے وہ دور کی جائے۔

(۴) چوتھا مقصد یہ ہے کہ ہم مسلمانوں میں عرب کے اطوار وعادات پیدا ہوں، اسی غرض سے لباس اور خوراک کا طریقہ عربی تجویز کیا گیا ہے۔

(۵) پانچواں مقصد یہ ہے کہ علوم دینیہ اور خصوصاً علم کلام میں جس کی اس وقت نہایت ضرورت ہے، نہایت اعلیٰ درجے کا کمال پیدا کیا جائے تاکہ الحاد اور دہریت کا مقابلہ پورے زور اور قوت کے ساتھ کیا جاسکے۔

اس قسم کے دارالعلوم قائم کرنے کے لیے دس لاکھ کا سرمایہ جمع ہونا ضرور ہے۔ یہ رقم اگرچہ بظاہر ممتنع الحصول معلوم ہوتی ہے مگر فی الواقع ایسا نہیں ہے۔ مذکورۂ بالا تجویزیں منظور ہوجائیں تو سرمایہ فراہم کرنے کے لیے ایک جدا یادداشت پیش کی جائے گی جس میں وصول چندہ کی تدبیریں مذکور ہوں گی، جس سے ظاہر ہوگا کہ اس قدر سرمایہ جمع ہونا کچھ دشوار نہیں ہے۔

العبد: فقیر محمد علی پیش کنندہ